قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

جمعرات 07 جنوری 2021ء | 22 جمادی الاولیٰ 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:6

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت داؤد علیہ السلام یُوں دعا مانگا کرتے تھے: ''اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔ اور اُن لوگوں کی محبت جو تجھ سے پیار کرتے ہیں۔ اور اس کام کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے میرے خدا! ایسا کر کہ تیری محبت مجھے اپنی جان، اپنے اہل و عیال اور ٹھنڈے شیریں پانی سے بھی زیادہ پیاری اور اچھی لگے۔''

(ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

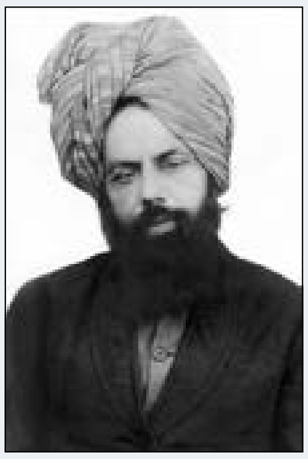

جماعت کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے

ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے۔ اور ان کو شکر کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 438-439۔ ایڈیشن 1984ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

(الفجر: 28-29)

یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ اسے پسند کرنے والا بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی ہے۔

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر قربِ الٰہی کے حصول کے لئے عمومی طور پر اعمال صالحہ بجالانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ

''عمل صالح بڑی ہی نعمت ہے۔ خداوند کریم عمل صالح سے راضی ہو جاتا ہے اور قرب حضرت احدیّت حاصل ہوتا ہے...'' (اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔) ''... مگر جس طرح شراب کے آخری گھونٹ میں نشہ ہوتا ہے اسی طرح عمل صالح کے برکات اُس کی آخری خیر میں مخفی ہوتے ہیں۔ جو شخص آخر تک پہنچتا ہے اور عمل صالح کو اپنے کمال تک پہنچاتا ہے وہ ان برکات سے متمتع ہو جاتا ہے لیکن جو شخص درمیان سے ہر عمل صالح کو چھوڑ دیتا ہے اور اس کو اپنے کمال مطلوب تک نہیں پہنچاتا، وہ ان برکات سے محروم رہ جاتا ہے۔''

(مکتوبات احمد جلد 1 صفحہ 600۔ مکتوب بنام میر عباس علی صاحب مکتوب نمبر 45)

فرمایا:

''میں تو یہ جانتا ہوں کہ مومن پاک کیا جاتا ہے اور اس میں فرشتوں کا رنگ ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا کلام سنتا اور اس سے تسلّی پاتا ہے۔ اب تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دل میں سوچ لے کہ کیا یہ مقام اسے حاصل ہے؟ میں سچ کہتا ہوں کہ تم صرف پوست اور چھلکے پر قانع ہو گئے ہو حالانکہ یہ کچھ چیز نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ مغز چاہتا ہے۔ پس جیسے میرا یہ کام ہے کہ ان حملوں کو روکا جاوے جو بیرونی طور پر اسلام پر ہوتے ہیں ویسے ہی مسلمانوں میں اسلام کی حقیقت اور روح پیدا کی جاوے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 565۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

آپ نے فرمایا: ''انسان کی عزت اسی میں ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہو۔ جب وہ خدا کا مقرب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہزاروں برکات اس پر نازل کرتا ہے۔ زمین سے بھی اور آسمان سے بھی اس پر برکات اترتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیخ کنی کے لئے قریش نے کس قدر زور لگایا۔ وہ ایک قوم تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا۔ مگر دیکھو! کون کامیاب ہوا۔ اور کون نامراد رہے۔

نصرت اور تائید خدا تعالیٰ کے مقرب کا بہت بڑا نشان ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 106۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر ہمیں قرب حاصل کرنے کے معیار کی بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- غم کا علاج دُکھ کا مداوا کرے کوئی (منظوم)
- تعارف سورۃ الشوریٰ (42 ویں سورۃ)
- حضرت چودھری غلام احمد صاحب کاہلوں رضی اللہ عنہ
- حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ سے متعلق سنہری یادیں

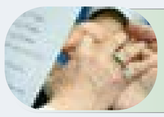

دربارِ خلافت

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجدیں بنائی جائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ایک روایت میں آتا ہے، حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم کسی شخص کو مسجد میں عبادت کے لئے آتے جاتے دیکھو تو تم اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں‘‘۔

(ترمذی ابواب التفسیر سورۃ التوبۃ حدیث نمبر 3093)

پھر ایک روایت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرا کرو تو وہاں کچھ کھا پی لیا کرو۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ جنت کے باغات کیا ہیں؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مساجد جنت کے باغات ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ان سے کھانے پینے سے کیا مراد ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر پڑھنا۔‘‘

(ترمذی کتاب الدعوات۔ باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید باب نمبر 85 حدیث نمبر 3509)

اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔ تو ایک مومن اپنے ایمان میں مضبوطی کے لئے ہدایت کے راستے پر چلنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس دنیا اور آخرت کی جنت کے پھل کھانے کے لئے مسجد میں جاتا ہے۔ پس یہی مسجدوں کا مقصد ہے۔ اور اسی مقصد کے لئے مسجدیں بنائی جاتی ہیں دنیاداری تو مسجدوں کے پاس سے بھی نہیں گزرنی چاہئے۔ بلکہ ایک روایت میں تو آتا ہے کہ کسی گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا بھی منع ہے، اس میں بھی بد دعا دی گئی ہے۔ تو جب یہاں تک حکم ہو تو پھر مسجد میں تو دنیاداری کی باتوں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسجدوں میں تو اس لئے اکٹھا ہوا جاتا ہے کہ ایک دوسرے سے محبت اور پیار اور الفت پیدا ہو۔ ایک دوسرے کی غلطیوں کو معاف کرنے کا احساس پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنا تو یہی ہے کہ جو بھی اس نے حکم دیئے ہیں چاہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں یا بندوں کے حقوق ہیں، سب کو ادا کرنے کی طرف توجہ ہو۔ مسجدیں تو اس لئے بنائی جاتی ہیں کہ ان میں خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔

پس مسجد میں عبادت کی غرض سے آنے والوں کے ساتھ ساتھ مسجدوں سے وہ لوگ بھی فیض پاتے ہیں وہ بھی ثواب کے مستحق ٹھہرتے ہیں جو اس کے بنانے میں حصہ لیتے ہیں۔ وہ لوگ بھی اپنے لئے جنت میں باغ لگاتے ہیں جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے گھر کی تعمیر میں حصہ لیتے ہیں، نہ کہ نام ونمود کے لئے۔ پس اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجدیں بنانا بھی یقیناً ایک نیک کام ہے اور اللہ کے فضلوں کو سمیٹنے والا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مسجد نبویؐ کی تعمیر نو اور توسیع کا ارادہ فرمایا تو کچھ لوگوں نے اسے ناپسند کیا۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ اس مسجد کو اس کی اصل حالت میں ہی رہنے دیا جائے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ویسا ہی گھر بنائے گا۔

(مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب فضل بناء المساجد والحث علیھا)

لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجدیں بنائی جائیں۔ اور احمدی جب مسجدیں بناتے ہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے بناتے ہیں۔ اس لئے بناتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ عبادت گزار اُن سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس لئے بناتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں آ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان کر سکیں۔ ہماری کوششیں تو عاجزانہ اور دعاؤں کے ساتھ ہوتی ہیں کوئی دکھاوا ان میں نہیں ہوتا۔

(خطبہ جمعہ 14/ جنوری 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

غم کا علاج دُکھ کا مداوا کرے کوئی

غم کا علاج دُکھ کا مداوا کرے کوئی
جب خواب ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

سو سلسلے خیال کے سو رنگ خواب کے
کچھ سوچ کر کسی کی تمنّا کرے کوئی

بجھتی نہیں ہے پیاس کہ جانے کہاں کی ہے
پیاسی زمیں پہ ابر سا برسا کرے کوئی

آؤں جو ہوش میں تو مئے بے خودی وہ دے
گرنے لگوں تو مجھ کو سنبھالا کرے کوئی

یارانِ جان و دل کو کوئی جمع پھر کرے
جو بھی ہو جس کا حال سنایا کرے کوئی

جب دل کو اشک و آہ کے ساماں نہ ہوں بہم
اس بے کسی میں یاد نہ آیا کرے کوئی

کیا ہیں یہ لوگ اپنے شجر آپ کاٹ کر
دیتے ہیں پھر دُہائی کہ سایہ کرے کوئی

جو تیرہ بخت ہے نہیں کھلتی ہے اس کی آنکھ
لاکھ آسماں سے روشنی لایا کرے کوئی

اس آدمی کے آپ مسیحا نہ ہوں اگر
کس میں ہے دم کہ اب اسے زندہ کرے کوئی

”ہے امن اس مکانِ محبت سرائے میں“
جب چاہے آئے شوق سے آیا کرے کوئی

وہ ہے طلسمِ خوابِ نظارہ کہ ایک بار
دیکھے اُسے تو بس اُسے دیکھا کرے کوئی

کر کے سپرد اک نگہِ ناز کو حیات
دنیا کو دین، دین کو دنیا کرے کوئی

چمکیں گے آسمانِ محبت پہ خود علیم
لفظوں کے ٹھیکروں کو ستارا کرے کوئی

عبید اللہ علیمؔ 1997ء

مرسلہ: مترجم: ابو سلطان

تعارف سورۃ الشوریٰ (42 ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 54 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

یہ سورت اپنی سابقہ سورت کے ساتھ ہی مکہ میں نازل ہوئی مگر نوڈ لکے کے نزدیک یہ کچھ تاخیر سے نازل ہوئی۔ ابن عباس سے مرداوی اور ابن زبیر نے روایت کی ہے کہ آپ کے نزدیک یہ سورت مکہ کے اس دور کی ہے جب اسلام کی مخالفت شدید زوروں پر تھی اور مسلمان سخت تکلیف سے دوچار تھے۔ سابقہ سورت اس بیان پر ختم ہوئی تھی کہ جو کوئی بھی الٰہی تعلیمات کی مخالفت کرتا اور انہیں جھٹلاتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور جھٹلانے کا بد انجام بھگتتا ہے۔موجودہ سورت کا آغاز اس بیان سے ہوا ہے کہ قرآن کریم ایک عظیم، حکیم اور غالب خدا کا کلام ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم اس پیغام کو جھٹلا دے گی تو اسے اس کا انجام بھگتنا ہوگا۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورت کا آغاز قرآنی وحی جیسے نہایت اہم موضوع سے ہوا ہے اور بتایا گیا ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو خدا کی بخشش بہت وسیع اور اس کا فضل غیر محدود ہے۔ اس کے رحم کا تقاضا ہے کہ قرآن کریم انسان کو گناہ کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے نازل کیا جائے لیکن انسان کی فطرت ایسی واقع ہوئی ہے کہ بجائے خدا کے رحم سے فائدہ اٹھانے کے وہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا کرنے لگتا ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ کفار کی حرکتوں پر غم مت کریں۔ جیسا کہ آپ ان پر کوئی داروغہ نہیں ہیں۔ آپ کا فرض محض خدا کا پیغام پہنچانا ہے باقی کام خدا کا ہے۔

پھر اس سورت میں خدا تعالیٰ کی اس سنت کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان مذہب کے بنیادی اصولوں پر اختلاف ہوتا ہے تو خدا اپنے ایک نبی کو مبعوث کرتا ہے تا کہ ان اختلافات کو مٹائے اور انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ جیسا کہ تمام ادیان کے بنیادی اصول ایک جیسے ہی ہیں لہٰذا تمام رسول ایک ہی مذہب کے پیروکار ہیں یعنی خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری۔ اس (حقیقی) مذہب کی بہترین اور اکمل ترین مثال قرآنی وحی ہے۔ اسی لیے اس کو ایک خاص نام یعنی الاسلام (کامل فرمانبرداری کا) دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ جملہ انسانیت کو اس اکمل ترین اور آخری الٰہی تعلیم کی طرف دعوت دیں اور اس راہ میں کسی بھی ظلم و تعدی کی پرواہ نہ کریں۔ یہ سورۃ مزید بتاتی ہے کہ قرآنی احکامات پر عمل پیرا ہونا یا ان کی نا فرمانی کرنا اچھے اور برے اعمال پر منتج ہوتا ہے۔ اور یہ اعمال قوموں یا فرد واحد کے مقدر کا فیصلہ کرتے ہیں کہ ان کا مستقبل روشن ہے یا تاریک۔ ان کی زندگیوں میں ایک ایسا دن آتا ہے کہ جب ان کے اعمال کا پلڑا متوازن ہوتا ہے اگر ان کے اچھے اعمال ان کے برے اعمال سے بڑھ جائیں تو نعمتوں اور فرحت کی زندگی ان کے انتظار میں ہوتی ہے اسی طرح ان کے برے اعمال ان کے اچھے اعمال سے بڑھ جائیں تو پھر مایوسی اور تکلیف کی زندگی انہیں ملتی ہے۔

پھر اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے بہت زیادہ محنت سے کام کیا ہے اور حق کے لیے بے حد تکلیف اٹھائی ہے اور یہ سب اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ انسانی ہمدردی سے سیر ہو کر محض اس خواہش کے تابع کیا ہے کہ کاش انسان خدا کے ساتھ سچا اور حقیقی تعلق باندھے۔ کیا ایسا مخلص اور امانتدار اور بنی نوع انسان کا بھلا چاہنے والا خدا پر بہتان باندھ سکتا ہے؟ پھر بھی آپ ﷺ کی قوم نے آپ پر ایسے بھیانک گناہ (خدا پر بہتان باندھنے کا) الزام لگایا۔ انہیں کیوں اس سادہ حقیقت کی سمجھ نہیں آتی کہ خدا پر بہتان باندھنا سم قاتل ہے جو بہتان باندھنے والے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے پھر تباہ و برباد ہونے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نیک کاوشیں بہترین نتائج پیدا کر رہی ہیں اور آپ کا مقصد نہایت منظم اور دن دگنی رات چگنی ترقی کر رہا ہے (جو آپ ﷺ کی صداقت کی دلیل ہے)۔

پھر اس سورت میں مادی دنیا کی طرف توجہ مبذول کروائی گئی ہے کہ جب زمین خشک سالی کا شکار ہوتی ہے تو خدا آسمان سے بارش بھیجتا ہے۔ اسی طرح جب زمین روحانی طور پر خشکی کا شکار ہوتی ہے تو خدا نے (روحانی) آسمانی بارش قرآن کریم کی صورت میں نازل کی۔ پھر مختصر طور پر ایک اسلامی ریاست کے بنیادی اصول یعنی شوریٰ کا ذکر کیا گیا ہے جس کے ذریعہ اسلامی ریاست اور ملکی ترقی کے اہم معاملات کا حتمی فیصلہ کیا جاتا ہے۔ شوریٰ کے ذریعہ اسلامی سزاؤں کے قوانین کی بنیادیں وضع کی جاتی ہیں۔ اس کے مطابق سزا کا بنیادی مقصد کسی قصوروار کی اخلاقی حالت کو بہتر کرنا ہے۔ اسلام میں ایسی راہبانہ عیسائی تعلیم کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ہر حالت میں اپنا دوسرا گال بھی پیش کر دو، نہ ہی اس یہودی تعلیم کی کہ ضرور آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت نکالا جائے۔

اپنے اختتام پر یہ سورت بتاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض ایک نذیر ہیں اور آپ نے اپنی قوم کو ہوشیار کر دیا ہے۔ آپ ﷺ ان لوگوں پر داروغہ نہیں ہیں۔ آپ ﷺ (روحانی) زندگی عطا کرنے والے اور نور ہیں اور آپ انسان کے مقصدِ پیدائش کی حقیقت کا ادراک عطا کرنے والے ہیں۔ اس سورۃ کے آخر پر الٰہی وحی کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت ...... از صفحہ 1

طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ

’’خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کیلئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدّوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے۔ ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے۔ وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا۔ وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جاوے۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

(خطبہ جمعہ 2 مئی 2014ء)

آج کی دعا

يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ

(جامع ترمذی ابوابُ الِاسْتِئْذَانِ وَالْآدَابِ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ حدیث ۲۶۹۸)

ترجمہ: اے میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انہیں سلام کیا کرو، یہ سلام تمہارے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے خیر و برکت کا باعث ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے گھر میں داخل ہونے کے بعد سلام کرنے کی (مندرجہ بالا) نصیحت فرمائی۔

یہ وہ بنیادی آداب ہیں جو پیارے رسول حضرت محمد ﷺ نے ساری انسانیت کو سکھائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کے ایک آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور پوچھا، کون سا اسلام افضل اور بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کھانا کھلانا اور ہر ملنے والے کو خواہ جان پہچان ہو یا نہ ہو سلام کرنا۔ (بخاری)

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 3 ستمبر 2004ء میں سلام کو رواج دینے کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

’’اسلام نے جو ہمیں طریق سکھایا ہے، جو مومنین کی جماعت کو، اسلامی معاشرے کے ہر فرد کو اپنے اندر رائج کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ سلام کرو۔ یعنی ایک دوسرے پر سلامتی کی دعا بھیجو اور پھر یہ بھی تفصیل سے بتایا کہ سلامتی کی دعا کس طرح بھیجو اور پھر دوسرا بھی جس کو سلام کیا جائے، اسی طرح کم از کم انہیں الفاظ میں جواب دے۔ بلکہ اگر بہتر الفاظ میں گنجائش ہو جواب دینے کی تو بہتر جواب دے۔ اس طرح جب تم ایک دوسرے کو سلام بھیجو گے تو ایک دوسرے کے لئے کیونکہ نیک جذبات سے دعا کر رہے ہو گے اس لئے محبت اور پیار کی فضا بھی تمہارے اندر پیدا ہوگی۔‘‘

(خطبہ جمعہ 3 ستمبر 2004ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

مرسلہ: غلام مصباح بلوچ

تعارف صحابہؓ

حضرت چودھری غلام احمد صاحب کاہلوں رضی اللہ عنہ

حضرت چودھری غلام احمد صاحب رضی اللہ عنہ ولد چودھری علی محمد صاحب چھور کاہلواں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کے مشہور کاہلوں خاندان کے نمایاں فرد تھے اور سلسلہ احمدیہ کے مخلص خادم تھے۔ آپ بی اے پاس تھے اور بطور انسپکٹر ڈاک خانہ جات مختلف جگہوں پر ملازم رہے۔ آپ کی بیعت کا سال معلوم نہیں۔ کتاب تریاق القلوب (1899ء) میں پیشگوئی لیکھرام کی صداقت میں لکھے جانے والے مصدقین کے اسماء میں 94 نمبر پر ''غلام احمد صاحب متعلم بی اے کلاس مشن کالج لاہور'' درج ہے، یہ اغلبًا آپ ہی ہیں۔ اس سے آگے 95 نمبر پر حضرت چودھری غلام حسن باجوہ صاحبؓ آف تلونڈی عنایت خان ضلع سیالکوٹ کا ذکر ہے، وہ بھی اس وقت مشن کالج لاہور میں سٹوڈنٹ تھے۔ (روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 184) آپ کے بیٹے محترم چودھری بشیر احمد صاحب نے اپنی پیدائش 1899ء یا 1900ء بتائی ہے اور اپنے آپ کو پیدائشی احمدی لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت تک آپ بیعت میں آچکے تھے۔ محترم چودھری بشیر احمد صاحب مزید بیان کرتے ہیں: ''میں اپنے والد صاحب مرحوم، والدہ صاحبہ مرحومہ و دادی صاحبہ مرحومہ کے ساتھ قادیان آیا تھا۔ میرے والد صاحب، میری والدہ صاحبہ و دادی صاحبہ کو بیعت کرانے کے لئے اس موقع پر قادیان آئے تھے جس وقت میری والدہ صاحبہ اور دادی صاحبہ نے بیعت کی ہے۔ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضور کا لباس تقریباً وہی تھا جو فوٹو میں ہے۔ بیعت لیتے وقت حضور پنڈلی پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ اس موقع پر حضور نے زنان خانہ میں ہی شام کی نماز کرائی تھی جس میں مستورات کے ہمراہ میں بھی شامل ہوا تھا۔ نماز ایک بڑے تخت پوش پر کرائی تھی۔ پچھلے پہر کا وقت تھا کہ میں اپنی والدہ صاحبہ اور دادی صاحبہ کے ہمراہ حضور کے مکان میں تھا اس وقت حضور ٹہل رہے تھے۔'' (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 2 صفحہ 70) آپ حضرت چودھری تاج محمد کاہلوں صاحبؓ (والد محترم چودھری شاہ نواز صاحب مالک شیزان انٹرنیشنل و شاہ نواز لمیٹڈ وغیرہ) کے چھوٹے بھائی تھے۔

قبول احمدیت کے بعد بڑے اخلاص اور جوش کے ساتھ سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ میں کوشاں رہے، بطور انسپکٹر ڈاک خانہ جات مختلف جگہوں پر متعین رہے اور احمدیت کا عمدہ نمونہ بن کر رہے۔ حضرت چودھری نبی بخش صاحب رضی اللہ عنہ آف چونڈہ ضلع سیالکوٹ (بیعت: 1905ء۔ وفات: 1940ء) بیان کرتے ہیں: ''...میں کرتاہ میں نائب تحصیلدار تھا اور وہاں چوہدری غلام احمد صاحب انسپکٹر ڈاکخانہ میرے پاس آیا کرتے تھے۔ چونکہ ہم ہموطن تھے اس لئے وہ میرے پاس ہی آکر قیام کیا کرتے تھے، وہ احمدی تھے، مجھے تبلیغ بھی کرتے تھے اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز مطالعہ کے لئے دیا کرتے تھے۔ اس رسالہ نے بھی مجھ پر خاص اثر کیا تھا...اس کے بعد میں نے بذریعہ خط بیعت کر لی۔'' (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 10 صفحہ 201) اخبار الحکم 24؍نومبر 1905ء صفحہ 1 پر آپ کے قادیان آنے کے ارادے کی خبر یوں درج ہے: ''ایسا ہی چودھری غلام احمد صاحب بی اے انسپکٹر ڈاکخانہ جات ایک ماہ کے لیے رخصت لے کر یہاں آنے والے ہیں۔'' جس سے آپ کے شوق زیارت وصحبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم ہوتا ہے۔ سلسلہ احمدیہ کی تحریکات اور ضروریات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں: ''.... جب الحکم کے لیے کوئی تحریک میں نے کی، سب سے اول عملی جواب دینے والوں میں وہ ہوتے تھے یا مخدومی چوہدری رستم علی خاں صاحب.... چوہدری غلام احمد خان صاحب انسپکٹر ڈاک خانہ جات عزیز مکرم چوہدری بشیر احمد خاں صاحب سب جج کے والد محترم۔''

(الحکم 21؍جنوری 1937ء صفحہ 4،5)

1909ء کے اواخر میں آپ کا تبادلہ دہلی سے لورالائی (بلوچستان) ہوگیا، یہ ایسی جگہ تھی جہاں احمدیوں کی تعداد کم اور فاصلے دور ہونے کی وجہ سے ابھی احمدیہ انجمن کا قیام بھی عمل میں نہیں آیا تھا۔ آپ نے بذریعہ اخبار اعلان کر کے بلوچستان میں انجمن احمدیہ کے قیام اور احمدیوں کو آپس میں مربوط کرنے کی کوشش کی، ساتھ ہی جن احباب کے متعلق آپ کو علم ہوا اُن کو انفرادی بھی خطوط لکھ کر اس کام کی اطلاع دی، اس سلسلے میں آپ کا خط اخبار الحکم میں یوں درج ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ برادران! میں ستمبر گذشتہ سے دہلی سے تبدیل ہو کر بلوچستان میں آیا ہوں۔ مجھے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں منسلک ہونے کا فخر مدت سے حاصل ہے مگر یہ معلوم کر کے کہ بلوچستان میں کسی جگہ انجمن احمدیہ باقاعدہ نہیں ہے اور اس علاقہ میں احمدی احباب بھی بہت ہی کم ہیں، افسوس ہوا ہے۔ تاریخ آمد سے ہی میرے دل میں یہ خیال جوش زن ہے کہ اگر جگہ جگہ نہیں تو کم از کم بلوچستان کے لیے ایک باقاعدہ انجمن احمدیہ قائم کی جاوے اور کل احمدی احباب موجودہ علاقہ بلوچستان کی ایک مکمل فہرست تیار کی جاوے اور جو فوائد اس سے مترتب ہو سکتے ہیں ان کے حصول کی سعی کی جاوے۔ اب تک مجھے صرف چند احمدی احباب مندرجہ فہرست مشمولہ کے علاقہ بلوچستان میں ہونے کا پتہ لگا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی خدمت میں چٹھی ہذا کی ایک نقل بھیجی جاتی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ ہر ایک بھائی اس معاملہ میں اپنی رائے سے مجھے بواپسی مطلع فرماوے گا کہ کیا کرنا چاہیے، انجمن کا صدر مقام کہاں ہو اور کارکن کون؟ انجمن مجوزہ کو کامیاب بنانے کے لیے ایک مخلص اور پُر جوش سکرٹری کی ضرورت ہے جو کسی صدر مقام پر رہائش رکھتا ہو اور خط و کتابت انجمن کے لیے اس کے پاس کافی وقت بھی ہو..... جو بھائی سیکرٹری کا کام کرنے کے اہل ہوں وہ اس بار کو اٹھانے کی آمادگی ظاہر فرماویں۔ مَیں خود اس عہدہ جلیلہ کے فرائض بجالانا اپنا فخر سمجھتا مگر معذور ہوں، نہایت عدیم الفرصت اور ہمیشہ خانہ بدوش ہوں۔ میرا ہیڈ کوارٹر برائے نام لورالائی میں مقرر ہے مگر دو دو مہینے تک مجھے ہیڈ کوارٹر پر واپس آنا نصیب نہیں ہوتا، تین ضلعوں ژوب، لورالائی اور سبی میں دورہ کرنا پڑتا ہے۔ البتہ سیکرٹری کو ہر طرح سے مدد دینے کے لیے جہاں تک میری طاقت میں ہوگا تیار ہوں گا۔ آپ کے جواب کا منتظر غلام احمد انسپکٹر ڈاکخانہ جات مشرقی بلوچستان لورالائی''

(الحکم 28؍دسمبر 1909ء صفحہ 5)

ابھی آپ لورالائی میں ہی تھے کہ آپ کی اہلیہ حضرت ریشم بی بی صاحبہ (صحابیہ) 4؍مئی 1911ء کو وفات پا گئیں، اخبار الحکم لکھتا ہے: ''ناظرین الحکم چودھری غلام احمد صاحب بی اے انسپکٹر ڈاکخانہ جات لورالائی کے نام سے خوب واقف ہیں۔ چودھری صاحب سلسلہ کے ایک نہایت مخلص اور سرگرم فدائی ہیں، جہاں وہ اپنے فرض منصبی کو نہایت دیانت داری اور مستعدی سے ادا کرنے میں مشہور ہیں اور ان کے آفیسر ہمیشہ ان سے خوش رہتے ہیں وہاں وہ اپنی نیکی، طہارت اور خدا تعالیٰ سے سچے تعلق کے ایک درخشندہ نمونے ہیں، اشاعت سلسلہ کے لیے ایک پُر جوش اور دردمند دل پہلو میں رکھتے ہیں۔ 4؍مئی 1911ء کو چودھری صاحب کی مونس وغمگسار بیوی مردہ بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے فوت ہوگئی۔ مرحومہ چودھری صاحب کے نیک ارادوں اور دینی خدمات میں ان کی حوصلہ افزا محرک تھیں۔ یہ صدمہ چودھری صاحب کے لیے بڑا صدمہ ہے مگر خدا کے فضل سے بڑے صدمات کے برداشت کرنے اور رضا بالقضا پر اجر بھی بڑے ہوتے ہیں۔ مرحومہ نے اپنی یادگار چار بچے چھوڑے ہیں جن میں سے بڑا لڑکا بشیر احمد تعلیم الاسلام سکول میں پڑھتا ہے۔ چودھری صاحب کے اس غم میں کل قوم ان سے ہمدردی رکھتی ہے۔ حضرت اقدس نے جنازہ غائب کا حکم دیا ہے، سب احباب جنازہ غائب پڑھ دیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اپنی رضا کے مقام پر اٹھائے، چودھری صاحب اور اُن کے بچوں کو صبر کی توفیق دے، آمین۔''

(الحکم 14؍مئی 1911ء صفحہ 9 کالم 3)

اس بڑے صدمہ کے بعد آپ کی تعیناتی پھر پنجاب ہوگئی اور آپ جالندھر چھاؤنی میں متعین ہوئے۔ ابھی آپ کی اہلیہ کی وفات کو قریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہی گذرا تھا کہ تقدیر کی طرف سے آپ کا بھی بلاوا آ گیا اور محض 36 سال کی عمر میں آپ نے 16؍اکتوبر 1912ء کو وفات پائی اور بوجہ موصی (وصیت نمبر 493) ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ الحکم نے خبر وفات دیتے ہوئے لکھا: ''نہایت افسوس اور دلی رنج سے لکھا جاتا ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک مخلص اور سرگرم قابل نوجوان چودھری غلام احمد صاحب بی اے پوسٹ ماسٹر جالندھر چھاؤنی نے 16؍اکتوبر 1912ء کو بعارضہ جنون انتقال کیا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم سلسلہ کا ایک قابل قدر رکن تھا، اشاعت و تبلیغ کے لیے خدا تعالیٰ نے اسے ایک خاص جوش اور قوت عطا کی تھی۔ الحکم کے ساتھ انھیں ایک خاص انس اور محبت تھی۔ غرض مرنے والے میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ مرحوم نے اپنی یادگار تین بیٹے اور ایک لڑکی چھوڑی ہے جو نابالغ ہیں۔ احمدی جماعتوں سے درخواست ہے کہ چودھری صاحب مرحوم کا جنازہ غائب پڑھا جاوے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے، آمین۔ چونکہ چودھری صاحب کو الحکم کے ساتھ خاص محبت تھی اس لیے میں کسی ایسے شخص کے نام جو اخبار کی قیمت ادا نہ کرسکتا ہو ان کی یادگار میں مفت ایک پرچہ جاری کروں گا۔'' (الحکم 7؍نومبر 1912ء صفحہ 2) اخبار بدر 24؍اکتوبر 1912ء صفحہ 2 پر بھی درخواست جنازہ کا اعلان موجود ہے۔

آپ کی اولاد میں تین بیٹے محترم چودھری بشیر احمد صاحب کاہلوں صاحب، مکرم چودھری رشید احمد کاہلوں صاحب کراچی (وفات: 5؍جون

2002ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) مکرم چوہدری نصیر احمد کاہلوں صاحب اور ایک بیٹی محترمہ زینب بی بی صاحبہ ڈسکہ (وفات: 7؍فروری 1972ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) اہلیہ مکرم چوہدری شکر اللہ خان صاحب (برادر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ) تھے۔

بڑے بیٹے حضرت چوہدری بشیر احمد کاہلوں صاحب کو بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ قادیان جانے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کرنے کا شرف حاصل تھا۔ آپ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے بچپن کے دوست تھے۔ آپ نے بی اے کے بعد ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا اور وکالت کی پریکٹس کرتے رہے۔ 1931ء میں جج مقرر ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد کراچی میں بطور نائب امیر خدمت کی توفیق پائی۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اپنی کتاب ”تحدیث نعمت“ میں آپ کا متعدد جگہ پر ذکر فرمایا ہے۔ ایک جگہ پر 1921ء میں قادیان میں غیر احمدی مولویوں کے ایک جلسہ کے ضمن میں حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”حضورؓ نے فرمایا کہ بعض مقامات پر انتظام کی مضبوطی کی ضرورت ہے جس کے لیے اردگرد کے علاقے سے جماعتوں کے کچھ افراد کو بلانا ہوگا اور حضورؓ نے مشورہ طلب کیا کہ کون مستعد قابلِ اعتماد صاحب خرم و احتیاط نوجوان میسر آسکتا ہے جو حضورؓ کا ارشاد جیسے اسے سمجھا دیا جائے، جماعتوں تک پہنچاوے۔ دو تین نام حضورؓ کی خدمت میں پیش کئے گئے لیکن حضورؓ مطمئن معلوم نہ ہوئے۔ میں نے چوہدری بشیر احمد صاحب کا نام پیش کیا، فرمایا وہ ٹھیک ہیں۔ رات کے تین بجے کا وقت تھا چوہدری بشیر احمد صاحب کو طلب فرمایا اور تفصیلی ہدایات دیں۔ چار بجے کے قریب چوہدری صاحب دارالامان سے گھوڑے پر نکلے اور جو اُمور اُن کو تفویض کیے گئے تھے سب کی انجام دہی کے بعد ایک گھنٹہ قبل دوپہر واپس پہنچ کر حضورؓ کی خدمت میں رپورٹ پیش کر دی۔ اس عرصے میں وہ گھوڑے پر سے نہیں اترے، موضع بھنگواں یعنی ننہال میں گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ہی ناشتہ کر لیا۔ فجزاہ اللہ۔“ (تحدیث نعمت صفحہ 215)

آپ نے 16؍نومبر 1985ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے بیٹے مکرم چوہدری انور احمد کاہلوں صاحب جماعت احمدیہ برطانیہ کے امیر رہے۔

حجر اسود کی فضیلت

خانہ کعبہ کے جنوب مشرقی کونہ کے پاس ایک سیاہ رنگ کا پتھر ہے جسے حجر اسود کہا جاتا ہے۔ یہ متبرک پتھر غالباً شہاب ثاقب کا ایک ٹکڑا تھا جو کہ مکہ کے قریب ابوقبیس نامی پہاڑ پر گرا۔ تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ اس مبارک پتھر کو اٹھا لائے اور ”کونے کے پتھر“ کی تمثیل اور عظیم یادگار کے طور پر اسے اس دیوار میں نصب کر دیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنے والے کو حکم ہے کہ وہ اس مبارک پتھر کو بوسہ دے۔ یہ پتھر شعائر اللہ میں سے ہے اور اللہ کے قادر مطلق ہونے اور صادق الوعد ہونے کی خاص نشانی ہے۔ جس سے پیار ہو اس کی خاص اشیاء بھی پیاری لگتی ہیں۔ یہی فلسفہ حجر اسود کو چومنے کا ہے ورنہ پتھر اپنی ذات میں نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔

ایک تاریخی روایت کے مطابق یہ پتھر جنت سے لاکر جبرائیل امین علیہ السلام نے حضرت ابراہیمؑ کو دیا جسے آپؑ نے خانہ کعبہ کے مشرقی رکن (کنارے) پر نصب فرمایا۔ اس پتھر کو حفاظت کے لئے خاص چاندی کے حلقے میں رکھا گیا ہے، جس سے اس کی شکل مثل انڈے کے نظر آتی ہے۔ ابتداء میں پتھر صرف ایک ہی ٹکڑا تھا، محض حادثات میں ٹوٹ گیا اور اس کے مختلف سائز کے آٹھ ٹکڑے ہوگئے۔ سب سے بڑا ٹکڑا کھجور کے بقدر ہے۔

حجر اسود کی تاریخ میں سب سے زیادہ افسوس ناک واقعہ قرامطہ کا پیش آیا۔ قرامطہ نے حجر اسود کو یہاں سے لے جاکر غائب کر دیا اور 22برس یہ پتھر خانہ کعبہ سے غائب رہا۔ پھر 339ھ میں یہ اپنی جگہ واپس لایا گیا۔

(مکہ مکرمہ ماضی وحال کے آئینہ میں ص52)

حجر اسود کو سب سے پہلے چاندی کے حلقے میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے رکھوایا تھا۔ اس حلقہ کی آخری مرتبہ ترمیم واصلاح کا کام شاہ فہد کے دور میں 1422ھ میں انجام پایا۔

حدیث میں ذکر ہے کہ حجر اسود جب نازل ہوا تو سفید رنگ کا تھا جس کو لوگوں کے گناہوں نے سیاہ کر دیا۔

(ترمذی کتاب الحج باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود)

(اس روایت کو ظاہری الفاظ پر محمول نہ کیا جائے۔ یہ اسکی تعظیم کی طرف اشارہ ہے)

اس مبارک پتھر کا آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے پیش رو انبیاء کرامؑ نے بوسہ لیا۔ طواف کرنے والے کے لئے یہ مسنون ہے کہ وہ پتھر کا بوسہ لے یا بھیڑ کے وقت اس کا استلام کرے (یعنی ہاتھ یا لکڑی سے اس کی طرف اشارہ کر کے چومے) اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو اشارہ کرتا ہوا طواف کرتا۔ حجر اسود کے فضائل کا ذکر احادیث میں موجود ہے جن میں سے بعض کا ذکر ذیل میں درج ہے:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول کریمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رکن (رکن ایمانی) اور مقام (مقام ابراہیم) جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو ختم فرما دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کا نور ختم نہ فرماتا تو یہ مشرق ومغرب کے درمیان سب کو روشن کر دیتے۔

(ترمذی کتاب الحج باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا بلاشبہ ان دونوں یعنی (حجر اسود اور رکن یمانی) کا چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔

(ترمذی کتاب الحج باب ماجاء فی استلام الرکنین)

صفات خدائی کے مظہر اتم

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”ہمارے سید و مولیٰ جناب مقدس الانبیاء ﷺ کی نسبت صرف حضرت مسیح نے ہی بیان نہیں کیا کہ آنجناب ﷺ کا دنیا میں تشریف لانا درحقیقت خدائے تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہے بلکہ اس طرز کا کلام دوسرے نبیوں نے بھی آنحضرت ﷺ کے حق میں اپنی اپنی پیشگوئیوں میں بیان کیا ہے اور استعارہ کے طور پر آنجناب ﷺ کے ظہور کو خداتعالیٰ کا ظہور قرار دیا ہے بلکہ بوجہ خدائی کے مظہر اتم ہونے کے آنجناب ﷺ کو خدا کر کے پکارا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ کے زبور میں لکھا ہے۔ ”توحسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے لبوں میں نعمت بنائی گئی اس لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (یعنی تو خاتم الانبیاء ٹھہرا) اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہوکر تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ بادشاہ کے دشمنوں کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں۔ لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہیں۔ اے خدا تیرا تخت ابد آلآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تونے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی ہے اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا ہے۔ (دیکھو زبور 45)“

(توضیح مرام۔ روحانی خزائن جلد3 حاشیہ ص65، 66)

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اسکی ثنا یہی ہے

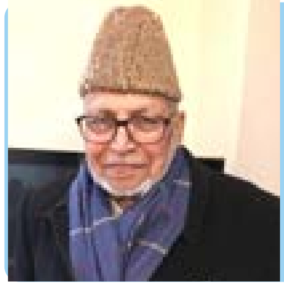

مرسلہ: مجید احمد سیالکوٹی دفتر پی ایس اِسلام آباد یو کے

استاذی المحترم حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ سے متعلق سنہری یادیں

قسط 1

استاذی المحترم حضرت میر داؤد احمد صاحب مرحوم کی سیرت پر کچھ لکھنا میرے لئے بہت ہی مشکل تھا۔ کئی بار کوشش کی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ہمت بخشی اور میں نے نیت باندھی اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ان سے جڑی انمٹ سنہری یادوں کو قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ شاید سیرت کی یہ باتیں کسی کے دل میں اتر جائیں۔ امید ہے کہ یہ اثر دکھائیں گی۔ میرے پاس یہ امانت تھیں۔

حضرت میر صاحب کو دنیا سے رخصت ہوئے 47 برس بیت گئے ہیں اور خاکسار بھی 77 سال کا ہوگیا ہے۔ اب ریٹائر ہو چکا ہے مگر پیارے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی آسمانی قیادت کا ثبوت دیتے ہوئے اس عاجز کو ازراہِ شفقت ان الفاظ کے ساتھ قبول فرما لیا ہے کہ دفتر پی ایس میں آ کر چھوٹا موٹا کام کر دیا کرو۔ الحمد للہ میری گاڑی اسلام آباد میں مسجد کے قریب چلی جاتی ہے۔ حضور کی اقتدا میں نمازیں ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ عاجز کی یہ تحریر تحدیثِ نعمت کے طور پر ہے۔ جو بات یاد آتی گئی وہ خلوص نیت کے ساتھ سپردِ قلم کر دی ہے۔ یادوں کی بارات بن گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور حضرت میر صاحب کو ان کی نیکیوں اور احسانات کا بدلہ بڑھ کر دے اور ان کی اولاد در اولاد کو خلافت کا سلطانِ نصیر بننے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین ثم آمین۔ (خاکسار۔ مجید احمد سیالکوٹی)

آج اپنے شفیق سر پرست و محسن اور پیارے استاد حضرت سید میر داود احمد صاحب مرحوم پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کی یادوں سے دل و دماغ پر جو کیفیت طاری ہوئی ہے اس نے تڑپا دیا ہے اور مجبور کیا ہے کہ ان سنہری یادوں کو صفحۂ قرطاس پر دوسروں کیلئے بھی بکھیر دوں تا کہ اس عظیم شخصیت کی سیرت کے نمایاں پہلوؤں کو جان کر مخلصینِ جماعت اپنی مقبول دعاؤں سے ان کے مقام و مرتبہ کو اور بلند کر سکیں اور اُذْکُرُوْا اَمْوَتَاکُمْ والی حدیث پر عمل درآمد ہو جائے۔

سن 1961ء میں خاکسار تحریکِ جدید ربوہ میں انٹرویو سے فارغ ہو کر والد صاحب مرحوم کے ساتھ جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ کیلئے حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کے ایک وسیع دفتر میں حاضر ہوا تو حضرت میر داؤد احمد صاحب کی مسحور کن، ذی وقار اور بارعب شخصیت نے انتہائی پیار اور عزت و احترام بخشا۔ پہلے ذہن میں جو خوف تھا وہ جاتا رہا اور ان کی باتیں سکون اور اعتماد کا موجب ہوئیں۔ مکرم والد صاحب اور خاکسار کے لباس اور باتوں سے عیاں تھا کہ ہم کسی دیہات سے آئے ہیں۔ مکرم والد صاحب نے حضرت بابو قاسم الدین صاحبؓ امیر ضلع سیالکوٹ کا ایک خط حضرت میر صاحب کو دیا جس میں یہ لکھا تھا کہ یہ واقف زندگی طالبعلم جماعت ضلع سیالکوٹ کی طرف سے ہے۔ اس زمانہ میں ایک تحریک ہوئی تھی کہ ضلعی جماعتیں کوشش کر کے کم از کم ایک طالبعلم کو جامعہ میں بھجوائیں۔ ضلع کی طرف سے 20 روپے ماہانہ وظیفہ خاکسار کیلئے مقرر ہوا تھا جس پر مجھے خوشی تھی اور وقف کے جذبہ اور عزم میں ایک قوت تھی۔ میٹرک کا رزلٹ کارڈ بھی خاکسار کے پاس تھا۔ اسی سال یہ قاعدہ بنا تھا کہ طلبہ میٹرک کر کے جامعہ آئیں۔ بہرحال اس پہلی ملاقات میں ہی حضرت سید میر داؤد احمد صاحب نے مختصر انٹرویو کے بعد والد صاحب کو فرما دیا اور یقین دلایا کہ آپ بے فکر ہو جائیں۔ اب سے میں اس کا سرپرست ہوں۔ حضرت میر صاحب نے شفقت و محبت سے نوازتے ہوئے خاکسار کو جامعہ کی ممہدہ کلاس میں داخل کر لیا اور کتابوں کا انتظام فرما دیا اور ہوسٹل میں رہائش اور کھانے کا انتظام بھی کروا دیا۔

کلاس میں پڑھائی شروع ہوئی تو سخت گھبراہٹ طاری ہوگئی کیونکہ دوسرے طلبہ مہینہ ڈیڑھ پہلے سے کلاس میں داخل تھے اور کلاس معمول کے مطابق چل رہی تھی۔ خاکسار عربی زبان سے نابلد تھا۔ اوپر سے صرف و نحو کی گردانیں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ کدھر جاؤں۔ اسی کیفیت کو بیان کرنے کیلئے خاکسار حضرت میر صاحب کے دفتر میں حاضر ہوا۔ حضرت میر صاحب نے محترم مولانا محمد احمد جلیل صاحب کو بلایا اور انہیں ہدایت فرمائی کہ اس طالبعلم کی ایک ماہ تک عربی وغیرہ مضامین پڑھانے میں مدد فرمائیں۔ محترم جلیل صاحب تو میرے لئے فرشتہ ثابت ہوئے۔ اپنی میٹھی میٹھی باتوں اور شفیق انداز سے ایسی راہنمائی فرمائی اور حوصلہ دیا کہ میری گھبراہٹ دور ہوگئی اور جامعہ کی تعلیم میں دلچسپی بڑھنے لگی۔ دوسرا خدا کا یہ فضل ہوا کہ کلاس میں ایک ذہین اور لائق طالبعلم مکرم محمد جلال شمس صاحب دوست بن گئے۔ الحمد للہ خاکسار پہلے سہ ماہی ٹیسٹ میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہوگیا جس سے ایک امید بندھ گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ میرے وقف میں رہنے کا ایک turning point تھا۔ اگر حضرت میر صاحب اپنی دور بین بصیرت اور حکمت سے راہنمائی نہ فرماتے تو خاکسار دوسرے کئی طلبہ کی طرح جامعہ کے مشکل نصاب اور طویل سفر کو ہرگز طے نہ کر پاتا۔

حضرت میر صاحب نے اس وقت ایک بنیادی گُر بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں پر زور دیا کرو اور اس کو اپنی عادت بنا لو نیز مثال دی کہ دیکھو! میرے سٹاف میں مکرم مولوی شریف صاحب اکاؤنٹنٹ ہیں اور صحت کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں۔ جب انہوں نے جامعہ پاس کیا تھا تو ان کو نہ تحریکِ جدید قبول کرتی تھی اور نہ صدر انجمن احمدیہ۔ تو میں نے ان کو کہا کہ یہ مجھے دے دیں۔ چنانچہ مولوی شریف صاحب میرے پاس ہیں اور بڑی محنت، خلوص اور دیانتداری کے ساتھ اپنے فرض کو پورا کر رہے ہیں اور مجھے کبھی بھی ان کے حساب کتاب کے بارہ میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی کیونکہ وہ ایک دیانتدار اور دعا گو کارکن ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور ان بزرگوں کی دعاؤں سے ایک سہارا مل گیا اور جامعہ احمدیہ کا کٹھن تعلیمی سفر شروع ہوا بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بڑی سہولت سے طے ہونے لگا۔

حضرت میر صاحب نے پہلے دن ہی فرما دیا تھا کہ تم جب چاہو دفتر آ جایا کرو اور اپنی ضرورت کے مطابق اپنے وظیفہ کے پیسے لے لیا کرو۔ تمہاری رقم میرے پاس جمع رہے گی۔ بعض اوقات مجھے بڑی حکمت سے سمجھاتے کہ کس طرح تم نے اپنے وظیفہ کی رقم خرچ کرنی ہے۔ خاکسار کھلاڑی قسم کا طالبعلم تھا اور اتھلیٹک گیمز میں نمایاں تھا۔ حضرت میر صاحب میری صحت کا بھی خیال رکھتے اور دودھ وغیرہ پینے کی تلقین فرماتے۔ دوڑ دھوپ اور وقارِ عمل کے کاموں میں میری دلچسپی کو دیکھتے ہوئے آپ نے ہمیشہ اپنے ساتھ معاون کے طور پر رکھا۔ بالخصوص جب آپ صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور افسر جلسہ سالانہ ربوہ تھے۔ الحمد للہ 8 سال متواتر ان کے ساتھ بطور معاون افسر جلسہ سالانہ خدمت کی توفیق ملی۔

حضرت میر داؤد احمد صاحب بحیثیت پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

جماعت احمدیہ کی تاریخ شاہد ہے کہ حضرت میر صاحب اعلیٰ قسم کے منتظم تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو جامعہ احمدیہ کا پرنسپل مقرر فرمایا تو اس وقت آپ 30-32 سال کے نوجوان تھے۔ آپ نے پرنسپل بنتے ہی جامعہ احمدیہ کی بلڈنگ، دفتر، ہوسٹل اور سٹاف کوارٹرز کو ایسے عمدہ طریقہ سے تعمیر کروایا کہ جامعہ احمدیہ لوگوں کیلئے پُرکشش اور دیدہ زیب جگہ بن گئی۔ طلبہ اور سٹاف کے رکھ رکھاؤ میں ایک نمایاں وقار نظر آنے لگا۔ لائبریری، میٹنگ ہال اور کھیلوں کے میدان کو بھی آپ نے بڑی توجہ سے تیار کرایا۔

حضرت میر صاحب کا یہ ایمان تھا کہ یہ ادارہ حضرت مسیح موعودؑ کا قائم کردہ ہے اور خدائی بشارتوں کے تحت عظیم مقاصد یعنی اسلام کی نشأتِ ثانیہ کیلئے جاری کیا گیا ہے اس لئے یہ باغِ احمد کا سدا بہار پودا ہے اور میں حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد اور رہنمائی میں اس کا مالی ہوں۔ یہاں سے حضرت مسیح موعودؑ کے علمِ کلام سے مزین ہو کر علماء تیار ہوتے ہیں اور یہ مجاہدین اپنی دعاؤں اور دلائل کے زور سے مخالفین کا منہ بند کر دیتے ہیں۔

حضرت میر صاحب جامعہ احمدیہ کے اس وسیع احاطہ کے ایک ایک انچ کی دیکھ بھال کرتے۔ اس کو سنوارنے اور اس کی بلڈنگ کو وسیع سے وسیع تر کرنے کیلئے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید سے حضور کی منظوری سے بجٹ وصول کرتے اور ماہرین کے ذریعہ نقشے بنواتے اور بلڈنگ کو وسیع کرواتے۔ ان کو جنون تھا کہ جامعہ احمدیہ ٹی آئی کالج و سکول کے مقابلے میں زیادہ نمایاں ہو اور طلبہ بھی نمایاں ہوں۔ اگر حضرت میر صاحب کو جامعہ سے لگاؤ، جنون اور عشق نہ ہوتا تو یہ عظیم الشان ادارہ اپنی بلندیوں کو نہ چھوتا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بے آب و گیاہ جگہ میں ربوہ آباد کر کے غیر معمولی کارنامہ سرانجام دیا تو حضرت میر صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ

کی دعاؤں اور خدا کے فضل سے جامعہ احمدیہ کو یہاں پروان چڑھایا۔ تبھی تو آپ کا سٹاف اور طلبہ آپ سے بے پناہ محبت اور احترام کرتے اور اپنا بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی میر صاحب کے سامنے پیش کرتے۔ آپ سچے ہمدرد اور شفیق استاذ تھے۔ چنانچہ آپ ضرور حل نکالتے اور مشکل دور کرتے۔ غیر ملکی طلبہ کے تو وہ حقیقی والد سے بھی بڑھ کر خیر خواہ تھے اور ہر کسی کے راز کو راز رکھتے۔ دوسروں کی پردہ پوشی تو ان پر ختم تھی۔ الغرض حضرت میر صاحب نے جامعہ اور اس کے طلبہ کو سنوارنے اور تیار کرنے میں اپنے خون کا قطرہ قطرہ خرچ کر دیا۔ اپنے کردار اور پیار سے اس کو روشن کر دیا۔ اس پر ان کو فخر تھا۔

حضرت میر صاحب کا طریق تھا کہ دعاؤں کے ساتھ اپنے طلبہ کی تربیت، تعلیم، صحت اور ضروریات کا بھی بہت خیال رکھتے۔ جامعہ کے ہوسٹل میں جا کر خود جائزہ لیتے، پکنک، ہائیکنگ اور علمی مقابلہ جات کی خود نگرانی فرماتے اور جہاں کمی نظر آتی اس کو درست فرماتے اور نئی ہدایات دے کر معیار کو بلند فرماتے۔ ایک روز سردیوں میں آٹھ نو بجے رات ہوسٹل آئے تو میں سویا ہوا تھا۔ رضائی اٹھائی تو میں اٹھنے لگا۔ بڑی شفقت سے جیسے ماں باپ اپنے بچے کو لوری دے کر سلا دیتے ہیں سلا دیا۔ صبح اٹھا تو کمرہ کے دوسرے لڑکے کہنے لگے۔ پتہ ہے میر صاحب رات کو آئے تھے، تم جلدی سو گئے تھے اور اٹھنے لگے تھے۔ میں نے کہا مجھے یاد ہے اور انہوں نے دوبارہ سلا دیا تھا۔ آپ چونکہ دار الیتامیٰ کے بھی انچارج تھے۔ وہاں بھی اکثر رات کو نگرانی کیلئے ایک آدھ چکر لگاتے تھے۔ اور فرماتے ان کی مجھے بہت فکر رہتی ہے۔ ایک دفعہ مکرم مولوی عبد اللطیف ستکوہی صاحب آف لاہور ربوہ آئے تو پوچھنے لگے مجید! جانتے ہو یہ کون ہیں؟ عرض کیا کہ جانتا تو ہوں لیکن جس حوالے سے آپ چاہتے ہیں میں نہیں جانتا۔ فرمانے لگے یہ وہ بزرگ ہیں جو ہمارے دار الیتامیٰ کو سب سے زیادہ چندہ دیتے ہیں۔ ممکن ہے اس کے بعد اور مخلصین بھی اس میدان میں زیادہ قربانی کرنے لگے ہوں مگر میر صاحب نے بتایا تو اس وقت وہی تھے۔ پھر تو ستکوہی صاحب کی شخصیت میرے دل میں مستحضر ہو کر رہ گئی۔ اللہ اس مخلص کی اولاد کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ یتیموں کا ملجا وماویٰ بننے والا رحمدل شخص واقعی عظیم ہوتا ہے۔ ان کی عظمتوں کو سلام کرنا چاہیے۔ اللہ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

حضرت میر صاحب مرکز سلسلہ ربوہ کی روح رواں تھے۔ ہم نے تو ان کو ساری عمر افسر جلسہ سالانہ ہی دیکھا ہے۔ انہوں نے جلسہ کے بابرکت ایام میں ہمیشہ اپنے ساتھ ڈیوٹی پر لگائے رکھا۔ آٹھ سال ان کے ساتھ ڈیوٹی دی۔ ایک ایک چیز کا بغور مشاہدہ کرتے اور ہدایات دیتے اور پھر نگرانی کرتے۔ جلسہ کے سارے شعبے ایک منظم طریق سے نہایت سلیقہ اور عمدگی سے چلتے۔ لنگر خانوں، قیام گاہوں، مہمان خانوں اور مہمانوں سب کا باریک بینی سے جائزہ لیتے۔ ہر کوئی حیران ہوتا کہ یہ انسان ہے یا کوئی اور مخلوق ہے۔ انتھک محنت کے باوجود کوئی گھبراہٹ نہیں، تھکان کا نام نہیں۔ چہرہ ہے کہ تمتما رہا ہے۔ خوشیوں کی بہار لئے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کیلئے دل وجان نچھاور کر رہا ہے اور بچھا جا رہا ہے۔ دفتر افسر جلسہ میں جو بھی آتا اسے ایسے ملتے جیسے برسوں سے اس سے واقف ہوں۔ ان میں ہندوستان کے درویش، بنگلہ دیش کے ممبران، بیرونی ممالک کے نمائندگان شامل ہوتے۔ ان کی زندگی کے واقعات کیلئے تو کتاب چاہیے۔ بس فکر تھی تو یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ جلسہ کے ایام میں آپ کو جماعتی جیپ مل جاتی تھی اور ٹیلیفون بھی تا کہ رابطہ میں آسانی رہے۔

مکرم مرزا غلام احمد صاحب اور چوہدری حمید اللہ صاحب آپ کے دست وبازو تھے۔ ان پر بہت اعتماد ہوتا تھا۔ میاں احمد صاحب سمجھتے تھے کہ مجید کیا ہر وقت میر صاحب کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ ایک دن انہوں نے کہہ بھی دیا تو میر صاحب نے انھیں فرمایا جو کام یہ Runner کے طور پر کرتا ہے وہ تم نہیں کر سکتے۔ بس سارا دن یہ کرو، وہ کرو، اِدھر جاؤ، اُدھر جاؤ ہی لگا رہتا تھا۔ پھر تجربہ بھی ہو گیا تھا کون کون لوگ کس کس شعبہ میں کیا فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس لئے آپ سے ہدایات پا کر سب کو پہنچا دیتا تھا۔

ایک دن جب میں مربی بن چکا تھا حضرت قاضی نذیر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے میری ڈیوٹی اپنے ساتھ لگوالی۔ حضرت میر صاحب نے ہدایت بھیجی کہ یہ سال ہا سال سے میرے ساتھ کام کر رہا ہے۔ ٹھیک ہے اب آپ کا مربی ہے لیکن اس سال ڈیوٹی میرے ساتھ رہنے دیں۔ قاضی صاحب اپنی شان کے بے بدل مناظر تھے۔ دلیلوں سے محبتانہ رنگ میں بات ہوتی رہی۔ قاضی صاحب کہنے لگے کہ پاکٹ بک تیار ہو رہی ہے جلسہ پر ہم نے شائع کرنی ہے اور دیگر کام بھی کرنے ہیں۔ حضرت میر صاحب نے دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ قاضی صاحب! پھر جلسہ پر مہمانوں کو پاکٹ بک ہی کھلانا۔ احترام اپنی جگہ قائم رہا۔ قاضی صاحب نے حضرت میر صاحب کی بات پر سرِتسلیم خم کر دیا اور میری ڈیوٹی بدل گئی۔

ایک روز پیڑے بنانے والیوں نے ہڑتال کر دی، نانبائی اور ٹھیکیدار بھی اکڑ گئے۔ حضرت میر صاحب کو سخت فکر دامنگیر ہوئی۔ حضورؒ سے دعا کیلئے عرض کی اور ان کا بدل تلاش کرنا شروع کر دیا۔ فرمایا کہ جامعہ کے سب لڑکوں کو پیڑے بنانے پر لگا دو اور کچھ ٹرک بھجو کہ فلاں فلاں دیہاتوں سے پیڑے بنانے والیاں لائے۔ چنانچہ ٹرک پر مکرم منیر بسمل صاحب اور خدام چلے گئے اور مزدور لے آئے۔ اس دن میاں احمد صاحب بھی نہ سوئے۔ صبح حضرت میر صاحب نے میاں احمد صاحب کو حکم دیا کہ ابھی گھر جاؤ اور اتنے گھنٹے آرام کرو اور نیند پوری کرو تا تازہ دم ہو کر خدمت کرسکو۔ دوسروں کا اتنا خیال اور اپنا کہ سونا ہی نہیں۔ اس دن میں بھی کافی جاگا۔ صبح حضورؒ کو رپورٹ کرنے گئے تو حضورؒ نے مٹھائی کا ڈبہ تبرک دیا۔ میر صاحب نے مجھے پکڑا کر کہا کہ کھالو۔ میں نے نہ سمجھا، بھوک بھی کافی تھی مٹھائی خوب کھائی۔ لنگر خانہ نمبر 1 پہنچے اور جامعہ کے لڑکوں کو بے لوث سخت محنت کرتے دیکھ کر شاباش دی اور مجھے فرمایا کدھر ہے تبرک؟ تھوڑا سا باقی رہ گیا تھا پیار سے فرمانے لگے تبرک تو تبرک ہوتا ہے تم سارا کھا گئے ہو۔ ابھی تو دوسرے لنگروں میں بھی جانا ہے۔ میرے شیر کام کر رہے ہیں۔ اپنے طلبہ کو کہتے کہ میں نے شیر پالے ہیں۔ واقعی لڑکے دن رات ایک کر دیتے تھے۔ کہتے کہ میں بے فکر ہو جاتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں جامعہ کا لڑکا ڈیوٹی دے رہا ہے۔ دوسری طرف اگر کسی لڑکے سے کوئی کوتاہی ہو جاتی تو سخت ناراض ہو کر فرماتے کہ ابھی تو ان پر ذمہ داریاں پڑنی ہیں۔ کام چوری کی عادت کو سخت ناپسند فرماتے اور اصلاح کرتے۔ ہر وقت اصلاح پیش نظر ہوتی۔

ان دنوں حضرت میر محمود احمد صاحب کی ڈیوٹی لنگر خانہ نمبر 1 کی طرف کی مستورات کیلئے کھانا پہنچانے کی ہوا کرتی تھی۔ میر صاحب نے چونکہ جلسہ میں تقریر بھی کرنی ہوتی تھی۔ اُدھر عورتوں کی ڈیلنگ تو ان کو احساس ذمہ داری اور جانفشانی سے کام کرتے ہوئے آواز اور گلے کی بھی تکلیف ہو جاتی جس سے دوسرا تاثر لیتا کہ یہ گھبراہٹ کا شکار ہیں حالانکہ ایسی بات نہ تھی۔ حضرت میر صاحب فرمانے لگے کہ ہے تو میرا یہ چھوٹا بھائی لیکن نیکی، تقویٰ اور تعلق باللہ میں مجھ سے بہت بڑا ہے۔ اس دن سے مجھ میں تو حضرت میر محمود صاحب کی بزرگی کا احترام رچ بس گیا ہے۔ حضرت میر صاحب علماء سلسلہ کا خاص خیال رکھتے۔ حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب اور حضرت مولانا ابو العطاء صاحب کے گھروں میں بھی جلسہ کے مہمانوں کا رش ہوتا۔ فرماتے فلاں جگہ سے آٹا چینی لے لو اور ان کے گھر پہنچا آؤ کیونکہ وہ غیر معمولی مہمان نواز ہیں اور خرچ بڑھ گیا ہو گا۔

حضرت میر صاحب حضورؒ کی تقریر جلسہ گاہ جا کر سٹیج پر بیٹھ کر سنتے۔ ساتھ میرا بھی داؤ لگ جاتا۔ بڑے انہماک سے بہت ڈوب کر سنتے۔ مکرم ثاقب زیروی صاحب کی نظم پر میں نے ہمیشہ ان کو اشکبار دیکھا ہے۔

لنگر خانوں کے سلسلہ میں حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی انتظامی قابلیت کے بہت قائل تھے۔ کہتے تھے کہ یہ اکثر روٹی پوری کروا لیتے ہیں۔ آپ انعام کا اعلان کرتے۔ نانبائیوں میں مقابلہ کروا کر ایک جوش پیدا کر دیتے اور عجیب نظارہ ہوتا۔ نانبائی خوش رہتے اور نعرے لگاتے۔

سارے شعبوں کی رپورٹ لے کر فائنل رپورٹ تیار کرنے میں مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب یدِطولیٰ رکھتے تھے۔ حاضری پرچی پر بجٹ کے متعلق خرچ سے ایک نقشہ ابھر کر سامنے آ جاتا۔ ان کے کام سے حضرت میر صاحب مطمئن تھے، کیونکہ ان کا رجسٹر اپ ٹو ڈیٹ ہوتا تھا۔

ایک دن میرے بھائی اور دیگر عزیز گاؤں سے آئے۔ سب نوجوان اور صحتمند تھے۔ جلسہ کے دفتر میں سیدھے آ گئے۔ میر صاحب نے برا نہ منایا۔ فرمانے لگے کہ یہ کون ہیں؟ تعارف ہوا تو فرمانے لگے فوراً پرہیزی یا سپیشل لنگر خانہ، جو ڈاکٹر سلطان محمود شاہد صاحب کے زیر نگرانی تھا، سے کھانا لا کر ان کو کھلاؤ۔ چنانچہ ہدایت کی تعمیل کی۔ سارے دیہاتی بڑے خوش ہوئے کہ میر صاحب تو کمال کے انسان ہیں۔ حسنِ سلوک سب مہمانوں سے ایک جیسا۔ فرماتے سب مہمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہیں۔ سب قابلِ قدر ہیں اور اکرام ضیف کے حقدار ہیں۔

آپ افسر گولبازار سے بھی رپورٹ لیتے۔ ایک روز کراچی کا ایک آدمی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویریں فروخت کر رہا تھا کہ جن میں Tuching تھی۔ یہ دیکھ کر سخت غصہ میں آ گئے اور فرمایا میں ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ میر صاحب اصل تصویر میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا ناجائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ مارکیٹ سے تصاویر اٹھوا دیں۔

☆ ایک دن رپورٹ ملی کہ بجلی والے اور اس کے لڑکوں نے جامعہ کے طالبعلم فضل الٰہی عارف کی، جو گوشت کی ڈیوٹی پر متعین تھے، کسی بات پر پٹائی کر دی ہے۔ آپ نے اسے دفتر بلایا اور تنبیہ کی اور اس کے لڑکوں کو بھی خدمت سے محروم کر دیا۔ کارکنان کا خیال رکھنا اور ان کے جذبات کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت میر صاحب سارا دن بڑے بے چین رہے۔ فضل الٰہی عارف کی بھی دلجوئی کی اور بجلی والے اور اس کے لڑکوں کی بھی خوب دہلائی کی اور سب کو سبق دیا خبردار! اگر آئندہ کسی نے جامعہ کے طالبعلم پر ہاتھ اٹھایا یا اس کی توہین کی۔ اگر شکایت ہے تو تحریراً دفتر کو اطلاع کرو۔ میں خود اس کی اصلاح کے لیے مناسب تدبیر کروں گا۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: عبدالہادی قریشی نمائندہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن (سیرالیون)

سیرالیون کے لُنسر ریجن میں مسجد بیت العافیت اور مشن ہاؤس کا بابرکت افتتاح

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ مسلم جماعت سیرالیون کو 16/ دسمبر 2020ء کو لُنسر ریجن کی جماعت ماموسا (Mamusa) میں ایک نئی مسجد کے افتتاح کی توفیق ملی۔ الحمد للہ

اس علاقہ میں جماعت کا نفوذ 2009ء میں ہوا تھا۔ اس مسجد اور اس سے ملحقہ مشن ہاؤس کی تعمیر کا تمام خرچ مکرم چوہدری جہاں خان صاحب مرحوم و مکرمہ رابعہ بیگم صاحبہ مرحومہ آف 87 شمالی، سرگودھا، پاکستان کی طرف سے ان کے بیٹوں اور بیٹیوں جو کہ پاکستان، جرمنی، کینیڈا، اور یوکے میں مقیم ہیں، نے ادا کیا۔ اس بارہ میں ان کی بیٹی مکرمہ ناصرہ نذیر صاحبہ کی تحریک پر جملہ خاندان نے اس قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اس مسجد کا نام مسجد بیت العافیت عطا فرمایا ہے۔ یہ مسجد لُنسر ریجن میں فری ٹاؤن ہائی وے پر واقع ہے۔

اس مسجد کا سنگ بنیاد مورخہ 30/ نومبر 2019ء کو مکرم عبدالکریم کروما صاحب، ممبر آف پارلیمنٹ نے ایک سادہ تقریب میں رکھا تھا اور اس مسجد کی تعمیر کے کام کی مکمل نگرانی سعادت مکرم رانا بابر شہزاد صاحب، ریجنل مبلغ لُنسر کو حاصل ہوئی۔ مسجد کا کل مسقّف ایریا 30*40 فٹ ہے اور اس میں 200 افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ جبکہ مشن ہاؤس کا مسقف احاطہ 16*35 فٹ ہے۔ دونوں تعمیرات پر 105 ملین لیون سے زائد کی رقم خرچ ہوئی۔ مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر میں علاقہ کے لوگوں نے بہت سے وقار عمل کئے اور اس طرح تعمیر کے خرچ میں کافی بچت ہوئی۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

افتتاح کی تقریب کا باقاعدہ آغاز دن 11 بجے مکرم محترم مولانا سعید الرحمٰن صاحب کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم و ترجمہ و نظم سے ہوا۔ جس کے بعد مہمانوں کا تعارف کروایا گیا۔ مکرم امیر صاحب نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنے خطاب میں قرآن پاک کی اہمیت وعظمت بیان کی اور امام مہدی کی آمد اور نشانات کے بارے میں بتایا۔ اس کے علاوہ آپ نے سیرالیون اور دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کا تذکرہ فرمایا جس کے بعد آپ نے باقاعدہ فیتہ کاٹ کر مسجد کا افتتاح فرمایا اور دعا کروائی۔ جس کے بعد اسی مسجد میں نماز ظہر وعصر باجماعت ادا کی گئیں۔ پروگرام کے اختتام پر تمام حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

اس بابرکت تقریب میں ایک ریجنٹ چیف، ایک چیفڈم سپیکر، دوسیکشن چیفس سمیت کل آٹھ چیف شامل ہوئے۔ چیفڈم امام، چیئرمین امام کونسل مراما چیفڈم سمیت 22 امام، سکولوں کے پرنسپل، ٹیچرز، ایک عیسائی پادری سمیت کل 472 احمدی وغیر احمدی احباب اس بابرکت تقریب میں شامل ہوئے۔ پروگرام میں لُنسر ریجن کی 31 جماعتوں کی نمائندگی ہوئی۔

دعا ہے کہ یہ مسجد ہمیشہ نمازیوں سے آباد رہے۔ آمین

☆...☆...☆

طلوع وغروب آفتاب

07 جنوری 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:39	17:54
مدینہ منورہ	05:44	17:49
قادیان	06:03	17:40
ربوہ	05:43	17:20
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:36	16:13